مقصود تخلیق کائنات

(۸)

جناب غلام نبی صاحب مسلم لاہور

رضوان من اللہ اکبر

امت مسلمہ کی قربانی اور ایثار سے قرآن حکیم کے اوراق بھرے پڑے ہیں، قرآن حکیم میں مومنین کی صفات کا جس قدر ذکر پایا جاتا ہے، اس کا اولین بلکہ حقیقی اطلاق اصحاب رسول کے اوصاف پر ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے ایمان اور اعمال صالح کی غرض وغایت اللہ تعالیٰ کی رضا، فضل اور رحمت کا حصول تھا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (البقرہ)	بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہ لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

کیا ہی پیارے الفاظ میں فرمایا ہے کہ مومنوں کے ایمان، ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کا مقصود دنیا کا حصول نہیں، بلکہ دنیا کو تو وہ قربان کر رہے ہیں، اس کے بدلے میں محض اللہ کی رحمت کے آرزومند ہیں۔ پھر سورۂ الفتح کے آخر میں فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا

محمد رسول اللہ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کفار کے مقابل سخت ہیں، آپس میں رحیم ہیں، تو انھیں رکوع سجود کرتے دیکھتا ہے۔ اور ان تمام اعمال کا مقصد وحید اللہ کے فضل اور اس کی رضا کا حصول ہے۔

ان کا یہی مقصد سورۂ حشر میں بھی بیان کیا گیا ہے:

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

جو لوگ اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دئے گئے، وہ اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش کرتے ہیں، اور خدا اور اس کے رسولؐ کی نصرت و اعانت کرتے ہیں۔

رضوان و خوشنودی الٰہی کی بشارت

جب امت مسلمہ کی طرف سے مالی اور جانی قربانی ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ کے فضل، رحم اور رضا کا حصول تھا، اور اللہ تعالیٰ نے ہر میدان میں ان کے ایمان کی آزمائش کرکے اسے بے لوث و کامل پایا تو پھر مختلف مواقع پر نزول برکات و رحمت اور حصول رضا کی خوشخبری بھی سنا دی۔

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا

یہ نور ان گھروں (بالخصوص مسجد نبوی) میں ہے جو اللہ نے حکم دیا ہے کہ بلند کئے جائے، اور اس کا نام یاد کیا جائے، ان میں اس کی تسبیح صبح اور شام کے وقتوں میں کرتے رہتے ہیں، ایسے لوگ جنھیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم

وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ
(النور: ۳۶-۳۸)

کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی، اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن — دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی تاکہ اللہ اس عمل کا انھیں بہترین بدلہ دے جو وہ کرتے ہیں اور اپنے فضل سے انھیں مزید دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

ان آیات کے اولین مصداق مدینہ کے ساکن اصحاب رسول ہیں کہ ان کے سینے اس نور سے منوّر ہیں جو مسجد نبوی میں صبح و شام ذکر الٰہی اور حمد و تسبیح سے انھیں حاصل ہوتا تھا، اور ان کے کاروبار انھیں یادِ الٰہی، نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے نہیں روکتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے اعمالِ حسنہ کی جزائے خیر دے گا، اور ان پر زیادہ سے زیادہ فضل کرتا رہے گا۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نوازشات کا ذکر کر کے اصحابِ نبی کو بشارت دی ہے:

اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔
(التوبہ: ۲۰-۲۲)

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اور وہی کامیاب ہیں، ان کا رب انھیں اپنی رحمت اور رضا اور باغوں کی خوشخبری دیتا ہے۔ ان کے لئے ان میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہوں گی، انھی میں ہمیشہ رہیں گے، بیشک اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

اسی سورۂ مبارکہ میں ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی بشارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ أُولٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (التوبہ: ۷۱-۷۲)	اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ہمدرد ہیں وہ اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، اللہ ان پر رحم کرے گا، اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اللہ نے مومن مردوں اور عورتوں سے باغوں کا وعدہ کیا ہے، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، انہی میں رہیں گے اور ہمیشگی کے باغوں میں پاکیزہ رہنے کی جگہ کا وعدہ، اور اللہ کی رضا سب سے بڑھ کر نعمت ہے، یہی بڑی بھاری کامیابی ہے۔

تکمیل وعدہ کی اطلاع

اللہ تعالیٰ کا وعدہ بذاتِ خود اس امر کی دلیل ہے کہ وہ پورا ہو کر رہے گا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت میں تربیت پانے والی امتِ مسلمہ کا شرف یہ بھی ہے کہ اسے تکمیلِ وعدہ کی اطلاع خود اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ کی زبانِ اقدس سے دے دی، اور اس کا اظہار آنحضرتؐ کی حیاتِ طیبہ کے مختلف مراحل میں ہوا، چنانچہ مکی زندگی میں ایمان لانے والے مؤمنین کے متعلق فرمایا گیا:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ	بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے، یہی لوگ مخلوق میں بہتر ہیں۔

جنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ (البینہ : ۸ـ۹)

ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشگی کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ انہی میں رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ اور یہ مدح اس کے لئے ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔

سورہ المجادلہ (نزول ۳ھ) میں اللہ تعالیٰ نے السابقون الاولون مہاجرین انصار کا ذکر کرتے ہوئے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا ان میں وہ مسلمان دوبارہ شامل ہیں، جنھیں اس سے پہلے بھی مکی زندگی میں یہ سند عطا ہوچکی تھی، گویا کہ چند ہی سال بعد پہلی نوازش کا پھر اعادہ کیا گیا، اور ان سب کی ایمانی استقامت پر مہر ثبت کر دی۔

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منه ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنه اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔ (مجادلہ : ۲۲)

انہی کے دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے، اور اپنی روح سے اس کی تائید کی ہے اور وہ انہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں انہی میں رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ یہ اللہ کی جماعت ہے، سنو! اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہوگی۔

ان الفاظ میں کس قدر عظمت اور وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے قلوب میں ایمان لکھ دیا ہے، اور جو ایمان سینوں میں خدا نے تحریر کر دیا۔ اسے کون مٹا سکتا ہے، اور جو شخص یہ گمان کرے کہ خدا کا لکھا ہوا مٹایا جاسکتا ہے وہ بے ایمان اور بدقسمت ہے۔

سورۂ حجرات میں اسی ایمان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَحَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ کہ اللہ نے ایمان کو تمھارا محبوب بنا دیا، اور اسے تمھارے

دلوں کی زینت بنا دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی روح سے ان اہل ایمان کی تائید فرمائی جس کی بدولت ایمان مضبوط سے مضبوط تر اور حسین سے حسین تر ہوتا گیا، پھر انھیں جنت کی بشارت دی، اور اپنی رضا اور خوشنودی کی سند عطا کر کے خدا کی منتخب، برگزیدہ اور چہیتی جماعت میں شامل کر دیا، اور یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔

تین سال بعد، سنہ ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے محب، جاں نثار مہاجرین و انصار کی معیت میں حج کے ارادے سے عازم بیت اللہ ہوئے، حدیبیہ کے مقام پر حالات نے اچانک پلٹا کھایا، مومنوں سے جان کی قربانی طلب کی گئی، یہاں کیا عذر تھا ان ڈیڑھ ہزار اہل ایمان نے بلا حیل وحجت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر قصاص عثمان ذوالنورین رض لینے کے لئے بیعت کی، اس بے نظیر مظاہرہ ایثار وعشق سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم و اثابھم فتحا قریبا ومغانم کثیرۃ یاخذونھا وکان اللہ عزیزا حکیما	یقیناً اللہ مومنوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے تو اس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر تسکین نازل کی، اور انھیں ایک قریبی فتح بھی دی اور بہت سے اموالِ غنیمت بھی جنھیں وہ لیں گے،
(الفتح : ۱۸)	اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے ارادوں اور نیتوں کو پیش نظر رکھ کر پھر اپنی عنایات کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیعت کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنی رضا اور خوشنودی کی سند عطا کی، انھیں تسکین کی دولت بخشی، انھیں جلد ہی ایک دشمن پر فتح دی، اور بہت سا مال غنیمت بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگا، اور یہ وہ حقیقت ہے جس کی صداقت پر امت مسلمہ کی تاریخ گواہ ہے۔

چوتھی بار اعادہ

ان بشارات کا چوتھی بار اعادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے چند ماہ بیشتر، غزوۂ تبوک کے بعد کیا گیا، غزوۂ تبوک سے قبل ان عاشقانِ رسولؐ، فدائیانِ اسلام نے طاقتور، عظیم رومی سلطنت کے مقابلے کے لئے، آنحضرتؐ کے ارشاد عالیہ پر اپنے اموال اور جانیں پیش کر دیں، موسم گرما کی شدت کو نظر انداز کر دیا، اور اہل و عیال، کاروبار اور پکی ہوئی فصل کو موسم کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر عرب کے تپتے ہوئے صحرا میں عاشق وار بڑھتے گئے۔ ان کی اس ادائے مستانہ سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی فرمایا:

السابقون الاولون من المهاجرين	اور پہلے سبقت لے جانے والے مہاجرین
والانصار والذين اتبعوهم باحسان	اور انصار میں سے، اور وہ جنھوں نے
رضی اللہ عنهم ورضوا عنه واعد لهم	ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہو گیا
جنت تجری تحتها الانهار خالدين	اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اس نے
فيها ابدا ذالك الفوز العظيم	ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے
(التوبہ)	نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ انھی میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی عظیم الشان کامیابی ہے۔

امتِ مسلمہ، اصحاب رسولؐ کے مقدس گروہ کے مدارج کس قدر بلند ہیں، جن کے لئے متواتر تیئیس سال تک اللہ تعالیٰ کے فضل، رحم، رضوان، مغفرت، فتوحات، غلبہ، فلاح، فوز عظیم اور خلافت کی بشارات ملتی رہیں اور ساتھ ہی ساتھ ایفائے عہد بھی ہوتا رہا، حتیٰ کہ ۔۔۔ ان کی اتباع کو تا قیامت رضائے الہٰی کے حصول کا وسیلہ قرار دیا گیا اور ان کی اتباع سے روگردانی کرنے والے کو نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَہَنَّمَ کے الفاظ میں جہنمی بتایا گیا۔

قیامت کے روز مقام عالی

اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کے لئے تمام نعمتوں کے دروازے کھول دیئے تھے۔ قرآن حکیم میں جہاں کہیں مومنین اور مومنات

کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے اولین اور حقیقی مصداق وہی مبارک انسان تھے جو آنحضرتؐ کی دعوت پر آپ کے دامن سے وابستہ ہوگئے اور آپ کی کامل اتباع میں دنیا کی ہر شے قربان کر دی اور یہ ذکر کسی ایک دن یا واقعہ تک محدود نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ سالہ دورِ نبوت میں بیسیوں آزمائشیں آئیں، اور ان سب میں یہ اہل ایمان عشاق آپ کے ہم رکاب رہے، دائیں بائیں، آگے پیچھے سینہ سپر رہے، اور اس ایثار و ایمان پر آسمان نے بھی مہر تصدیق ثبت کر دی، اور آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد جو لوگ ایمان لائیں گے، ان کی نجات کے لئے ضروری ہوگیا کہ قرآن حکیم کی روشنی میں اصحابِ رسول کی اتباع کو حرزِ جان بنائیں۔

اصحابِ نبیؐ کو جو بشارات دی گئیں، ان کا کچھ حصہ دنیا سے وابستہ تھا، وہ ان اہل ایمان کی دنیوی زندگی میں کما حقہٗ پورا ہوگیا اور کچھ کا تعلق حیات بعد الممات اور قیامت سے ہے، ذیل میں چند ایسی آیات پیش قارئین ہیں جن میں آئندہ زندگی میں بھی اصحاب رسولؐ کی مغفرت اور نورانیت کا ذکر ہے۔

(۱) سورہ الفتح کی آخری آیہ مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ کے بلند مقامات کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔

ایمان لانے والے اور اعمال صالح کرنے والے ساتھیوں سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

(۲) قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کے ایک انعام اور رحمت کا الفاظ ذیل میں بھی ذکر فرمایا ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (البقرہ)

اللہ ان لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے وہ ان کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔

(۳) گو مذکورہ آیات میں مومنوں سے مراد بالخصوص عہد رسالت کے مسلمان ہیں، تاہم آیت ذیل میں عہد نبوی کے مومنوں کو تاریکی سے روشنی میں لانا اللہ تعالیٰ نے اپنا فریضہ بتایا ہے۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (الاحزاب: ۴۱)

(اے ایمان والو!) اللہ اور اس کے فرشتے تم پر درود و سلام بھیجتے ہیں تاکہ تمہیں تاریکی سے روشنی میں لائیں۔

قیامت کے روز نور ایمان کی رہنمائی

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا (التحریم)

قیامت کے دن اللہ اپنے نبی اور ان لوگوں کو جو آپ کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ایمان آگے آگے اور دائیں چلے گا، وہ کہیں گے۔ اے ہمارے رب ہمارا نور کامل تر بنا۔

نور اور مغفرت

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا۔ (الحدید)

قیامت کے دن تو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھے گا کہ ان کا نور ان کے آگے اور دائیں دوڑتا ہے، آج کے دن اہل ایمان کو باغات کی بشارت ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ان واضح ارشادات کی روشنی میں دنیا اور آخرت میں امت مسلمہ کے بلند مقامات پر کسی دوسرے شخص کے تبصرہ کی کہاں گنجائش ہے، اور پھر دنیا و آخرت کی کونسی نعمت ہے جس سے امت محمدیہ کے اولین فرزند، "اصحاب رسول مقبول" بہرہ مند نہ تھے؟ ان کے بعد نہ کوئی ان کا ہم پایہ ہو سکتا ہے، اور نہ ہی ان کے نقش قدم سے

ہٹ کر ایمان کی منزل طے کر سکتا ہے۔

خوفناک غفلت

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی معیت میں دو اہم دعائیں مانگیں۔

۱۔ اے خدا ہم نے اپنی اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے قریب آباد کیا ہے۔ خدایا! تو ان میں سے اپنے لئے ایک امت مسلمہ بنا۔

۲۔ اے ہمارے رب! تو ہماری اس اولاد میں سے ایک نبی مبعوث فرما جو تیری آیات انھیں پڑھ کر سنائے۔ ان آیات کے مطابق ان کا تزکیہ کرے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عظیم اور برگزیدہ بندہ کی دعا قبول کی اور ذریت ابراہیم میں سے عین مکہ مکرمہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جن کے متعلق قرآن حکیم کی شہادت ہے:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

(الجمعہ)

اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے ام القریٰ مکہ میں اولاد ابراہیم میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا، جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے، ان کی روحانی نشو و نما فرماتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے مصداق ہیں۔ اور یقیناً ہیں تو پھر وہ امت مسلمہ کہاں ہے جو دونوں دعاؤں کا مقصود و مطلوب ہے۔ اور اگر حضرت ابراہیم کی دعا کا مقصود ہی جماعت مسلمین تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائی اور جس کا آپ نے کماحقہ تزکیہ کیا، تو پھر آج امت محمدیہ میں اس کا کیا

مقام ہے ؟

جیسا کہ اس مختصر سی کتاب میں واضح کیا جا چکا ہے کہ موعود و مبشر امت مسلمہ اسی جماعت سے عبارت ہے۔ جس کی تربیت آنحضرتؐ نے اپنی نگرانی میں، متواتر ۲۲ سال تک ساتھ رہ کر کی، ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے جدا نہ ہوئے اور نہ کسی مرحلے پر اس کی تعلیم و تربیت سے غافل ہوئے۔ حتیٰ کہ اسے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً (المائدہ) کا مژدہ سنا کر اور اپنا فریضۂ تبلیغِ دین اس کے سپرد کر کے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔

یہی مزکّٰی و مطہّر امت تھی، جسے رضی اللہ عنہم کا تاج پہنایا گیا، یہی وہ امت تھی جو آنحضرتؐ کی کامل متبع ہونے کی بدولت شہداء علی الناس اور وارث و نائب رسولؐ ٹھہری، یہی بلند مرتبت امت محمدیہ، اُمتِ وَسَط قرار پائی، اسی کو بارگاہ ایزدی سے خیر امت کا خطاب ملا، یہی امت بلغوا عنی ولو آیۃً کے آخری ارشاد نبوی کی مخاطب تھی، مختلف نسلوں، علاقوں اور مدارج کے افراد پر مشتمل اسی جمعیت کو فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کے الفاظ میں وحدتِ آدم کی اساس ٹھہرایا گیا۔ یہی وہ امت تھی جسے رضی اللہ عن المومنین اور ھو اجتبٰکم کے اوصاف نے مرتضٰے و مجتبٰے کا ارفع و اعلیٰ مقام بخشا۔ یہی محمد رسول اللہؐ کی فدائی جماعت تھی جس کی صفت اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم بیان کی گئی، جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا و خوشنودی کی جنت کے عوض جان و مال، گھر بار، اہل و عیال، خویش و اقربا، شہر و وطن خرید لئے تھے جو اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ کا عملی نمونہ تھے۔ یہی خوش بخت گروہ ہے جس کا نور قیامت کے روز آگے آگے روشنی بکھیر رہا ہوگا، اور جس سے فضل، رحم اور مغفرت کا خدائی وعدہ ہے، یہی وہ امت محمدیہ ہے جس کے نقشِ قدم پر چلنے والے جنت میں داخل ہوں گے اور جس کے حاسد و منکر جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

لیکن انسان کے ابدی دشمن ابلیس کو یہ کب گوارہ تھا کہ یہ امت دنیا میں پنپے۔ چنانچہ اس نے وسوسہ اندازی سے دشمنانِ دین اور بدخواہانِ امت میں سے ایک بدقسمت گروہ تیار کیا، جس نے کمال چالاکی، فریب اور دسیسہ کاری سے قرآن پاک کی اس ممدوح امت مسلمہ کو اسلام ہی کا دشمن، کافر اور مرتد ٹھہرایا، اور اس طرح نہ صرف دعائے خلیل کی تکذیب کی، بلکہ افضل الرسل، خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) ناکام ٹھہرایا۔

قرآن حکیم اسی امت مسلمہ کی ذکر و تشکیل سے عبارت ہے، اور اس میں جو تعلیمات پائی جاتی ہیں، ان کی غرض و غایت امت مسلمہ کی تربیت، تطہیر، تزکیہ، ہدایت، حفاظت اور تکمیل ہے، پھر اس کی تعلیمات کا اولین اور بہترین پھل یہی فدائیان خدا اور جاں نثارانِ نبیؐ تھے، اس لئے دشمنانِ اسلام اور بدخواہانِ امت مسلمہ نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ بعد میں آنے والے مسلمانوں کی زندگیوں سے قرآن کو خارج کر دیا جائے، کبھی اس کتاب ہدایت کو غائب قرار دیا، تو کبھی محرّف، مبدل اور نامکمل ٹھہرا کر اس کی افادیت، اہمیت اور مندرجات کو مجروح کیا، انھیں احساس تھا کہ قرآن حکیم کو مسلمانوں کی زندگیوں میں اولیت کا مقام حاصل رہا تو پھر عالمِ اسلام قرآن سے وابستہ رہے گا اور اس طرح مسلمانانِ عالم کی زندگیوں سے اصحاب رسول کی محبت اور سیرت جھلکتی رہے گی، پس انھوں نے ہر ممکن طریق سے قرآن حکیم کو امت مسلمہ سے نکالنے کی سعی کی، فہم قرآن کو ائمہ و مجتہدین کا محتاج ٹھہرایا، حتی کہ ائمہ، فقہاء اور علماء کی ذاتی کاوشوں کو قرآن کا قائم مقام قرار دیا گیا۔

اس کے علاوہ امت مسلمہ کے دشمنوں، بالخصوص مجوسیوں اور یہودیوں کو نسلی اور تہذیبی برتری کے احساس کے ماتحت مسلمان عرب فاتحین سے سخت نفرت و حقارت تھی کیونکہ فرزندانِ توحید نے ان کے اقتدار کی مسند الٹ کر مقہور و غریب انسانوں کو ان کے چنگل سے نجات

دلائی تھی، اور یہودیت و مجوسیت کے توہمات اور استبداد کی زنجیریں کاٹ کر ان کی صف لپیٹ دی تھی۔ ان میں سے عوام تو خلوص سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے لیکن رؤسا اور دینی رہنما صحرا نشین عربوں کے ہاتھوں اپنی سیاسی شکست و تذلیل اور مذہبی رسوائی برداشت نہ کر سکے، اور انھوں نے فاتح مسلمانوں کو اپنا ہدف بنایا۔ عرب کا سیدھا سادا مسلمان ان سیاسی سازشوں اور چالبازیوں کا حریف نہیں ہوسکتا تھا، جس کے صدیوں پر پھیلی ہوئی ملوکیت کے زیر اثر عراقی، ایرانی، یمنی، مصری اور رومی ماہر تھے۔ پس انھوں نے نسلی، گروہی اور علاقائی تعصبات کو ہوا دی، اور مسلمانوں کی تاریخ و سیرت کو اس طرح مسخ کیا کہ ان کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات مشتعل ہوں، پس لوگوں کی توجہ قرآن حکیم میں بیان کردہ ان کے سنہری کارناموں سے ہٹا کر ان روایات اور واقعات کی طرف مبذول کرادی جو انھوں نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے تراشے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ امت محمدیہ اپنے بزرگوں کے قرآنی مقام سے بے خبر ہوتی گئی اور قرآن کے خلاف ان روایات سے چمٹ گئی، جو دشمنانِ ملت نے وضع کی تھیں، ا جنھیں کثرت مزاولت نے تاریخ سے دین میں بدل دیا، اور یہ واقعات اور قصص ء میں شامل کر دیے گئے، اس کے ساتھ ہی احادیث و سیرت کے نام سے لاکھوں اقوال اور واقعات وضع کئے، جو بالبداہت قرآن حکیم کے خلاف تھے اور انھیں بلا سند کسی بز سے منسوب کر کے پیش کر دیا اور انہی اقوال نے مسلسل تشہیر سے تعلیماتِ دین کی صورت اختیار کر لی۔

پھر امت مسلمہ کے ان السابقون الاولون کی عظمت و اثرات کو ختم کرنے کے ان راشدین اُمت، اصحابِ رسول کو اکثر مسائل دین سے الگ کر دیا گیا، گویا کہ فہم اور اس کی نشر و اشاعت میں ان کا کوئی حصہ نہ تھا۔ اور ان کی بجائے بعد میں آ والوں کو ائمہ، فقہاء، محدثین، مجتہدین، متکلمین، مجددین، اہل اللہ اور فقرا کو مسند

پر بٹھا دیا گیا، چنانچہ بعد میں آنے والے مسلمان آج تک انہی جدید قائدین شریعت کی تحریرات کی طرف رجوع کرتے آ رہے ہیں، اور ہدایت کے ان چراغوں کو نظرانداز کر چکے ہیں۔ جنھوں نے آفتابِ نبوت سے براہ راست کسبِ نور کیا اور اقصائے عالم میں پھیلایا، مگر مسلمانوں کی سادگی اور مجوسیوں اور یہودیوں کی سازش نے یہ کیفیت پیدا کر دی کہ گویا ان لاکھوں اصحابِ رسولؐ کو تاریخ وعروج اسلام میں کوئی مقام حاصل نہیں، جنھوں نے سیاسی، اخلاقی، روحانی اور دینی فتوحات کے ذریعے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان فیض ترجمان سے پیغام حق سن کر متمدن دنیا میں پھیلایا۔

دوسرا خطرناک حملہ روحانیت کے میدان میں کیا گیا۔ گزشتہ اوراق سے یہ حقیقت آشکار ہے کہ خدا اور رسول کی کامل اتباع سے امت مسلمہ نے وہ سب کچھ حاصل کیا، جو روحانی میدان میں خدا اور رسولؐ کی کماحقہ، اتباع سے مل سکتا ہے، بلکہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے والے سعادت مندوں نے آپ کی صحبت میں رہ کر سالہا سال آپ کے اشاروں پر قربانی دے کر حاصل کیا وہ بعد میں ہونے والے اہل ایمان کو کسی صورت میسر نہیں آسکتا، اور اگر بعد میں کسی کو کوئی روحانی مقام ملے گا تو بھی ان اصحابِ رسولؐ کی محبت اور کامل اتباع سے ملے گا اور ان کے مسلک سے ذرہ برابر دوری، علیحدگی اور انحراف خسران مبین کا باعث ہے۔

کیا یہ انتہائی حیرت، بلکہ شرم کا مقام نہیں کہ بعد میں اس امت میں لاکھوں اولیاء اور صاحبانِ کشف والہام تسلیم کئے گئے، ان کے نام سے نئے نئے روحانی سلسلے، زاویے، خانقاہیں اور خلافتیں قائم کی گئیں۔ ان سلسلوں کے بانیوں کو خدا اور رسولؐ کا قائم مقام قرار دیا جاتا ہے۔ ان کے بغیر معرفت کے دروازے بند بیان کئے جاتے ہیں، اماموں، مجتہدوں اور مجددوں کو بڑھا کر عملاً مطاعِ امت بنا دیا گیا ہے، ان کے مقرر کردہ وظائف و اوراد تو پڑھے جاتے ہیں، ان کی قبروں سے مرادیں مانگی جاتی ہیں، حالانکہ عرشِ

منائے جاتے ہیں، تعزیوں اور مزاروں کی چادروں کو حصول جنت کا وسیلہ ٹھہرایا جاتا ہے۔
مگر جن سرداران امت کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ تھا، جن کی نصرت کے لئے ہر میدان میں فرشتے اترتے رہے، جن پر خدا کے فرشتے درود وصلوٰۃ بھیجتے رہے، انھیں ایک گہری سازش کے ماتحت امت کی مجالس سے نکال دیا گیا، اور اس طرح صدیوں کے پروپاگنڈے کے زیر اثر آسمانِ رشد وہدایت کے ان مہ پاروں کو فراموش کر دیا گیا، جنھوں نے ہادیِ عالم کی شمعِ رسالت سے نور حاصل کیا۔

اس ضمن میں سب سے عظیم المیہ یہ ہے کہ امت کو گمراہ کرکے ایسے مسائل میں الجھا دیا گیا ہے، جن کا قوم کی عملی زندگی اور اساسی اسلامی تعلیمات سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور اہل دین کی اکثریت متکلمین، مقلدین اور روایت پرستوں کے جال میں الجھ کر رہ گئی۔ بعض علمار کی علمی اور ذہنی کاوشوں کو دوام بخشا گیا، قرآنی احکام کو ان کے تابع کرکے ان کی عینک سے دیکھا جانے لگا، احادیث اور مزعومہ ائمہ سے منسوب اقوال کو قرآن پر قاضی ٹھہرایا گیا، علم لدنی اور الہام کی آڑ میں نئے نئے فتنوں کو ابھارا گیا، حتیٰ کہ دینی درسگاہوں سے قرآن حکیم کو نکال دیا گیا یا برائے نام رکھا گیا، اور آج اس کا مصرف زیادہ تر اسی قدر ہے کہ یا تو از آیات آسان بیری یا مرنے کے بعد قرآن کا ختم کرکے مرنے والے کی سیاہ کاریوں کی پردہ پوشی کی جائے۔

جب قرآن حکیم کو دینی درسگاہوں سے خارج کر دیا گیا تو پھر دینی درسگاہوں کے فارغ التحصیل علمار کے اذہان میں دیو مالائی قصوں، خود ساختہ افسانوں، فرسودہ روایات اور گمراہ کن واقعات کے سوا اور کیا ہوگا، اور ایسے حالات میں اگر مسلمان قوم اصحاب نبیؐ کی عظمت اور پیروی سے محروم ہو کر دنیا میں ذلیل وخوار ہو چکی ہے تو چنداں تعجب کی بات نہیں، کیونکہ قرآن مجید کی رُو سے دنیا و آخرت میں فلاح کی راہ وہی اور صرف وہی ہے جس پر شمع محمدیؐ کے پروانے اصحاب رسولؐ چل کر غالب

کامران ہوئے اور جن کی خاطر آنحضرتؐ نے جنگ بدر کے دن اللہ تعالیٰ سے خطاب کرتے ہوئے عرض کی تھی :

"اے اللہ اگر آج یہ مختصر سی جماعت ہلاک ہوگئی تو قیامت
تک تیرا کوئی نام لیوا نہیں ہوگا۔"

ذریتِ آدم انسانیت کے درجہ کمال تک اس امت کی صورت میں پہونچی، جس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، جس کی تطہیر، تربیت اور تزکیہ خاتم الانبیاء، افضل الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس امت پر آج بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اور جس کے حق میں ارشاد ربانی کے کے مطابق امت کے تمام اہل ایمان کے قلوب کی گہرائیوں سے یہ دعا نکلتی ہے

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا ربنا انك رؤف رحیم (الحشر)

اے ہمارے رب ! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی مغفرت فرما جو ایمان میں ہم سب سے سبقت لے گئے، اور ہمارے دلوں میں ان کے لئے جو ایمان لائے حسد و کینہ نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے رب تو مہربان رحم کرنے والا ہے۔

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم

(ختم)